Majallah-yi Talim o Tahqiq
مجلہ تعلیم و تحقیق
Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem, Sector H-15, Islamabad, Pakistan
مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان
ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363
Issue 1, Vol ,8 , January–March ,2026
شمارہ۱، جلد۸، جنوری۔مارچ،۲۰۲۶

جان ڈیون پورٹ کی تصنیف *"An Apology for Mohammed and the Koran"* ایک جائزہ

An Analysis of John Davenport's "An Apology for Mohammed and the Koran"

Wajeeha Basir[1]
Dr. Muhammad Atif Aslam Rao[2]

Abstract

Orientalist scholarship has often been associated with attempts to identify alleged flaws in Islam, distort its essential teachings, and present it as a fragmented, controversial, and stagnant religion incapable of accommodating the demands of modern civilization. Through such narratives, many Orientalists sought not only to influence Christian intellectual circles but also to create doubts within Muslim minds regarding the authenticity, flexibility, and universality of Islam. These writings frequently served broader religious, missionary, political, and cultural objectives by promoting the superiority of Western civilization and weakening Muslim confidence in their own intellectual and spiritual heritage. In the nineteenth century, Orientalism emerged as an organized intellectual movement in which Western scholars systematically studied Eastern religions, particularly Islam, from various academic perspectives. While a significant number of Orientalists adopted prejudiced and hostile attitudes toward the Qur'an, Islam, and the Prophet Muhammad, John Davenport stands out among those scholars who adopted a comparatively balanced and apologetic approach toward Islam. His writings attempted to defend the Prophet Muhammad and challenge many misconceptions propagated in Western discourse. This study critically examines Davenport's intellectual approach and analyzes his representation of Islam in his famous work on the life and character of the Prophet Muhammad. The research employs an analytical and descriptive methodology, supported by a comparative approach. The significance of this study lies in highlighting a comparatively fair-minded Orientalist perspective within nineteenth-century Western scholarship and demonstrating how certain Western intellectuals contributed to reducing misunderstandings about Islam. The study also aims to promote constructive academic dialogue between Islamic and Western intellectual traditions while reassessing the diversity of Orientalist discourse.

Keywords: Orientalist discourse, Western intellectuals, Spiritual heritage, John Davenport.

[1] Assistant Prof.,Islamic Studies,Govt.Degree Science & Commerce College for Women,F.B. Area, Karachi, Pakistan
[2]Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi, Pakistan

تمہید

انیسویں صدی میں استشراق ایک منظم فکری تحریک کے طور پر ابھرا جس میں مغربی اہلِ علم نے مشرقی مذاہب، بالخصوص اسلام کا مطالعہ مختلف زاویوں سے کیا۔ اس دور میں اکثر مستشرقین جیسے سر ولیم میور، جارج سیل، واشنگٹن ارونگ، ارنسٹ رینان نے تعصب اور غلط فہمیوں کی بنیاد پر قرآن، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف منفی بیانیہ تشکیل دیا تاہم جان ڈیون پورٹ ان چند مستشرقین میں شامل ہیں جنھوں نے نسبتاً متوازن اور مدافعانہ انداز اختیار کیا بلکہ یوں کہا جائے تو درست ہو گا کہ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا۔ زیرِ نظر مقالہ میں جان ڈیون پورٹ کی کتاب ''An Apology for Mohammed and the Koran'' کا جائزہ لیا جائے گا۔

مصنف کا تعارف

جان ڈیون پورٹ (۱۷۸۹۔۱۸۷۷) انیسویں صدی کے برطانوی مصنف، محقق اور عیسائی مفکر ہیں۔[3] ''An Apology for Mohammed and the Koran'' ان کی مشہور کتاب ہے، جس کی پہلی طباعت ۱۸۶۹ میں ہوئی۔[4] یہ کتاب اس پرآشوب دور میں لکھی گئی جب مسلمان علمی اور سیاسی انحطاط کا شکار تھے۔ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقے یورپی ممالک کے زیر تسلط آچکے تھے۔ یورپی حکومتیں اسلام کو پسماندہ اور دقیانوسی مذہب کے طور پر پیش کر رہے تھے جب کہ عیسائی مشنری سیرت النبی اور قرآن کو تنقید کا نشانہ بنانے میں مصروف تھے۔ تاریخی تحریفات، مذہبی تعصب اور علمی بددیانتی بام عروج پر تھیں۔ ایسے وقت میں پورٹ کی اس جرأت مندانہ تاریخی و علمی کاوش نے سیرت محمدی اور اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ مصنف نے مذہبی تعصب سے بالاتر ہو کر اسلام کی حقانیت کو پیش کیا اور نہایت مثبت انداز میں رسول اکرم ﷺ کی شخصیت کا دفاع کیا۔ سر سید احمد خان نے خطباتِ احمدیہ میں پورٹ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس تصنیف کی وجہ سے ان کے نزدیک قدر و منزلت اور احترام کے مستحق ہیں۔[5] گو کہیں کہیں ان کی فراہم کردہ معلومات میں افراط و تفریط نظر آتا ہے تاہم انہوں نے اپنے علمی و فکری افکار کی دلیل تاریخی حوالوں سے پیش کرنے کی کوشش کی جو قابل تعریف ہے۔ یہ مقالہ انیسویں صدی کے استشراقی تناظر میں پورٹ کی معروف تصنیف ''An Apology for Mohammed and the Koran'' کا جائزہ پیش کرتا ہے۔

این اپالوجی فار محمد اینڈ دا قرآن: تعارفِ کتاب

جان ڈیون پورٹ کی کتاب کل ۱۷۰[6] صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ چار حصوں میں منقسم ہے۔

- کتاب کا حصہ اول (Life of Mohammad)[7] تین ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں آپ کے دفاع میں ممتاز برطانوی مؤرخ، دانشور اور پارلیمنٹیرین ایڈورڈ گبن (1737–1794) کی سب سے مشہور تصنیف "The History of the Decline and Fall of the Roman Empire"، جو یورپی تاریخ میں ایک سنگ میل سمجھی جاتی ہے؛

---

[3] https://en.wikipedia.org/wiki/John_Davenport_orientalist (Retrieved on 12-12-2025)
[4] Ibid.
[5] For whose talents I shall ever cherish high esteem and respect are…John Davenport. Syed Ahmed, A Series of Essays on The Life of Mohammed, Idarah-e-Adabiyat-e-Delhi, 1870, vol. 1, p. xxi
[6] John Davenport, An Apology for Mohammad and The Koran, Dryden Press, London,1882
[7] Davenport, An Apology…, pp.1-58

کا حوالہ دیا ہے۔ انہوں نے تاریخ نویسی کے تنقیدی اور سائنسی اسلوب کو فروغ دیا۔ وہ مذہبی تعصبات سے ہٹ کر تاریخ کو معروضی انداز میں دیکھنے کے قائل تھے اور اُن کی تحریروں میں اسلام اور مسلمان حکمرانوں کے بارے میں نسبتاً متوازن رائے ملتی ہے۔ پورٹ نے تھامس کارلائل کا بھی تذکرہ کیا جنہوں نے آپ ﷺ کو ہیرو پروفٹ کہہ کر خراج تحسین پیش کیا[8] اور اس حصے کے آخری باب کا اختتام امام بوصیری کے قصیدہ بردہ شریف کے انگریزی ترجمے سے ہوا۔

- دوسرا حصہ (The Quran)[9] ہے۔ اس کو دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے باب میں قرآن کی صفات اور تورات و انجیل سے اس کا موازنہ کیا ہے اور قرآن کے معجزات کا بہت کھلے دل سے اعتراف بھی کیا ہے۔ تدوینِ قرآن کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی ہیں اور اس کے غیر تحریف شدہ ہونے کی دلیل میں قرآنی آیات کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا اور تورات و انجیل میں تحریفات کا تذکرہ بھی کیا۔ نیز قرآنی آیات کے ذریعے مسلمانوں کے عقائد پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

دوسرے باب میں برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی حکومت اور وہاں اسلامی تہذیب کے اثرات کا بھی جائزہ پیش کیا ہے۔ سولہویں صدی میں چرچ اور پادریوں کے ظالمانہ، غیر منصفانہ کردار اور ان کی شر انگیز سازشیں، جنہوں نے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلایا؛ پر نقد کیا ہے اور اس کے تقابل میں مسلمانوں کے حسن سلوک، صبر و برداشت، سخاوت، سچائی اور دیانت داری کی تعریف کی ہے۔

- تیسرا حصہ چارجز رفیوٹڈ (Charges refuted)[10] ہے۔ اس میں مغربی مورخین کی جانب سے رسول اکرم پر لگائے گئے چار الزامات؛
  * اول: قرآن رسول اللہ کی اپنی اختراع ہے۔
  * دوم: اسلام تلوار کے زور پر پھیلا جس سے بے شمار انسانوں کا قتل ہوا۔
  * سوم: قرآن میں تخیلاتی جنت کا تصور دنیوی عیش و عشرت جیسا ہے۔
  * چہارم: رسول کی ازواج کی تعداد پر اعتراض کیا۔

مصنف نے تورات و انجیل، قرآن اور مغربی تاریخ سے مثالیں دے کر مدلل تردید کی ہے۔ اس حصے کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے کس قدر وسعت قلبی کا مظاہرہ کیا اور رسول کی شخصیت کا دفاع بہترین علمی انداز میں کیا۔

- کتاب کا چوتھا اور آخری حصہ (Beauties of Quran)[11] ہے۔ اس میں اسلامی عقائد اور معاملات کی تعلیمات کا قرآن کی آیات کے حوالوں کے ساتھ ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے تفصیلی جائزے سے دو جہات سامنے آتی ہیں: ایک قرآن اور دوسری صاحب قرآن۔ زیرِ نظر مقالے میں قرآنی جہت یعنی باب دوم قرآن اور باب چہارم محاسن قرآن کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

---

[8] تھامس کارلائل (1795–1881) ایک اسکاٹش فلسفی، مؤرخ، اور ادیب تھے۔ اُن کی مشہور کتاب *"On Heroes, Hero-Worship, and The Heroic in History"* میں اُنہوں نے حضرت محمد ﷺ کو عظیم ترین نبیوں اور "ہیروز" میں شمار کیا۔ کارلائل نے مغرب میں رائج اسلام دشمن بیانیے کی تردید کی اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سچائی، خلوص اور عظمت کا کھل کر اعتراف کیا۔

[9] Davenport, An Apology…, pp. 61-126

[10] Davenport, An Apology…, pp.127-154

[11] Davenport, An Apology…, pp.155-170

باب دوم: قرآن

اس باب کے دو ذیلی مباحث ہیں۔ پہلے مبحث میں مصنف قرآن مجید کے پیغام، اس کی اخلاقی گہرائی، فصاحت کلام اور اس کے معاشرتی و روحانی اثرات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو صرف مذہبی صحیفہ ہی نہیں بلکہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔

مصنف نے دوسرے مبحث میں اسلامی تہذیب، مسلمانوں کی فتوحات، مسلمانوں کا مفتوحہ اقوام کے ساتھ سلوک اور اس کے تقابل میں زمانی ترتیب کے ساتھ عیسائی امراو سلاطین کے جبر و استبداد کی تفصیل قلم بند کی ہے۔

۱.۱۔ قرآن کی پیشنگوئیاں اور حقائق

پہلے مبحث میں قرآن کے نزول اور اس کی صفات کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ تورات و انجیل سے اس کا موازنہ کیا ہے اور قرآن کے معجزات کا بہت کھلے دل سے اعتراف بھی کیا ہے۔[12] مصنف سب سے بڑا معجزہ قرآن کے سامنے فصحائے عرب کی عاجزی اور اس کلام کی تاثیر قرار دیتے ہیں اور اس ضمن میں لبید بن عامر کے قبول اسلام کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔[13] اسی طرح اپنی بات کی دلیل میں وہ اسلام پسند گوئٹے کے الفاظ دہراتے ہیں کہ پہلے پہل تو قاری گھبراتا ہے لیکن پھر اس کی خوبصورتی سے متاثر ہوتا ہے اور بالآخر اس کے محاسن پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔[14]

اس مبحث میں مصنف قرآن کو صرف ایک مذہبی صحیفہ نہیں بلکہ ادبی، روحانی اور معاشرتی خوبیوں سے بھرپور کتاب قرار دیتے ہیں۔ وہ اس میں قرآن کے فصاحت و بلاغت، روحانی اثرات، انسان پر انفرادی و اجتماعی اثرات اور ادبی مقام کے معترف نظر آتے ہیں۔ مصنف کے نزدیک قرآن کی اسلوبی طاقت، موزونیت، تکرار میں حسن اور الفاظ کی تاثیر اسے انسانی کلام سے ممیز و ممتاز کرتی ہے۔[15] مصنف قرآن کو رسول اللہ ﷺ کا مستقل معجزہ قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کا عربی انداز گفتگو، نثر و نظم کا امتزاج اور اس کی لسانی تاثیر عرب شاعروں اور نثر نگاروں کو حیرت زدہ کر گئی۔[16] یہاں وہ اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ یہ دعویٰ کہ محمد نے ایک عیسائی راہب اور عبداللہ سلام نامی فارسی یہودی کی مدد سے قرآن

[12] The Koran has always been held by the Mohammedans as the greatest of all miracles, and equally stupendous with the act of raising the dead. The miracles of Moses and Jesus, they say, were transient and temporary, but that of Mohammed is permanent and perpetual, and, therefore, far superior to all the miraculous events of preceding ages. Davenport, An Apology…, p. 64

[13] According to tradition, Lebid Abu Rabia, a native of Yehmen, and one of the seven whose verses constituted the Maallakat (a series of prizes suspended in the Kaaba), was still an idolator when Mohammed announced publicly his law. One of the poems began with the verse, "All praise is vain which referreth not unto God, and all good that proceedeth not from Him is but a shadow. For some time no poet could be found to compete with it, but at length the chapter of the Koran entitled Barat was affixed to a gate in the same temple, and Lebid was so overcome by the first few verses as to declare that they could only have been produced by the inspiration of God himself, and he forthwith embraced Islamism. Davenport, An Apology…, p. 66

[14] The Koran is a work with whose dullness the reader is at first disgusted, afterwards attracted by its charms, and finally, irresistibly ravished by its many beauties. Davenport, An Apology…, p. 65

[15] The miracle of the Koran," says a Mohammedan author, consists in its elegance, purity of diction, and melody of its sentences, so that every Ajemer who hears it recited perceives at once its superiority over all other Arabic compositions. Every sentence of it inserted in a composition, however elegant, is like a brilliant ruby, and shines as a gem of the most dazzling lustre, while in its diction it is so inimitable as to have been the subject of astonishment to all learned men, ever since its first promulgation. Davenport, An Apology…, p. 65

Mohammed appealed as the chief confirmation It was to the Koran so considered as a permanent miracle that [16] challenging the most eloquent men in Arabia, then abounding with persons whose sole publicly,of his mission study and ambition it was to excel in elegance of style and composition, to produce even one single chapter that might compete therewith. The statement that Mohammed composed the Koran by the aid of a Christian monk,

لکھا خود ہی باطل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بات قابل یقین نہیں کہ عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کا کمال کسی فارسی اور شامی، غیر عرب زبانوں سے حاصل کیا گیا ہو۔[17]

الف۔ قرآن مجید کی تعظیم

مصنف کہتے ہیں کہ مسلمان قرآنِ مجید کو نہایت عظمت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ پابند لوگ بغیر وضو یا شرعی طہارت حاصل کیے اسے چھونے کی جرأت نہیں کرتے۔ اس احتیاط کے پیشِ نظر وہ کبھی کبھی خود قرآن یا اس کے غلاف پر یہ الفاظ بھی لکھ دیتے ہیں: "اسے وہی لوگ چھوئیں جو پاک ہوں۔" وہ قرآن کی تلاوت نہایت ادب واحترام سے کرتے ہیں اور اسے کبھی کمر سے نیچے نہیں رکھتے۔ اہم معاملات میں اسی کی قسم کھاتے ہیں، جنگی مہمات میں اسے اپنے ساتھ رکھتے ہیں، اپنے جھنڈوں پر اس کی آیات لکھتے ہیں، اور اسے سونے اور قیمتی پتھروں سے مزین کرتے ہیں۔ یہودی بھی اپنی مقدس کتاب کے لیے اسی قسم کا احترام رکھتے ہیں اور بغیر ہاتھ دھوئے اسے چھونے کی جسارت نہیں کرتے۔[18]

مصنف مزید فرماتے ہیں کہ مسلمان جان بوجھ کر کبھی یہ گوارا نہیں کرتے کہ قرآن کسی غیر مسلم کے قبضے میں ہو۔ اسے ان کی تعلیم کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ تمام مدارس میں بچوں کو اس کی تلاوت سکھائی جاتی ہے اور پورا قرآن حفظ کروایا جاتا ہے۔ ہر جگہ اسے قانون اور عملی زندگی کے معیار کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کے قاضی اسی پر قسم کھاتے ہیں۔ تمام مسلمانوں پر لازم سمجھا جاتا ہے کہ وہ قرآن کا مطالعہ کریں تاکہ اس میں اپنی زندگی کی رہنمائی حاصل کر سکیں۔ ان کی مساجد میں پورا قرآن روزانہ پڑھا جاتا ہے، جہاں تیس قاری باری باری اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ بارہ سو برس سے اس کتاب کی آواز اسی طرح کروڑوں انسانوں کے کانوں اور دلوں میں ہر لمحہ گونجتی چلی آ رہی ہے۔[19]

---

and Abdallah Salam, a Persian Jew, refutes itself for it is not to be credited that the excellence of the Arabian language should be derived from two foreigners, of whom the one was a Syrian and the other a Persian. 65 Davenport, An Apology…, p.

The statement that Mohammed composed the Koran by the aid of a Christian monk, and Abdallah Salam, a [17] Persian Jew, refutes itself for it is not to be credited that the excellence of the Arabian language should be derived from two foreigners, of whom the one was a Syrian and the other a Persian. Davenport, An Apology…, pp. 65

[18] The Koran is held by Mohammedans in the greatest reverence and respect. The more strict among them dare not touch it without being first washed or legally purified, which, lest they should do, through inadvertence, they sometimes write these words on the book itself, or on its cover : " None shall touch it, but they who are purified." They read it reverentially, never holding it below their girdle; they swear by it, in all affairs of importance; carry it with them in military expeditions; inscribe sentences from it upon their banners; adorn it with gold and precious stones; The Jews have a like veneration for their book, never presuming to touch it with unwashed hands. Davenport, An Apology…, p. 67

[19] Knowingly, never suffer it to be in the possession of an unbeliever. It is made the foundation of their education, and the children in all schools are taught to chaunt it, and commit the whole of it to memory. It is admitted everywhere as the standard of all law and practice. Their judges swear by it. All Mohammedans are bound to study it, in order to find therein the light of their life. They have mosques where the whole is read through, daily, thirty relays of Korra (readers) taking it up in succession. For twelve hundred years has the voice of this book been thus kept resounding, at all moments, through the ears and hearts of so many millions of men. Davenport, An Apology…, p. 68

ب۔ انصاف کا فلسفہ

مصنف قرآن مجید کو ایک ایسی کتاب کے طور پر پیش کرتے ہیں جو شخصی اور اجتماعی انصاف کے لئے مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔ وہ ضبطِ نفس، عدل، مظلوم کی حمایت جیسے اسلامی اصولوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ وہ بطور دلیل کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں جو عظیم انسان دوستی کی تعلیم دی گئی ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی دی جاسکتی ہے کہ اس میں تقریباً کوئی بھی ایسا بڑا فوجداری جرم نہیں ملتا جس کی سزا سخت موت کی صورت میں ہو، سوائے ان حالات کے جہاں اجتماعی جنگ میں غیر مسلموں کے خلاف احکامات دیے گئے ہوں، جیسا کہ موسوی قانون میں بھی پایا جاتا ہے۔ خون کے بدلے خون کے اصول کو مالی معاوضے میں تبدیل کر کے نرم کر دیا گیا ہے؛ شہری جرائم جو صرف املاک کو متاثر کرتے ہیں ان کی سخت سزا نہیں دی گئی؛ اور قرضدار کے معاملے میں قانون نہایت نرمی اختیار کرتا ہے۔[20]

مصنف نے گبن کے حوالے سے قرآن کے قانونی ضابطوں کے ساتھ ساتھ اس کی اخلاقی، معتدل مزاج اور دوستانہ رویے کی تعلیمات جیسے غریبوں کی مدد، یتیموں کا خیال، جنگ کی حدود کا تعین، عدل کا حکم، دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی و حسنِ سلوک اور معاف کرنے کی تعریف کی ہے۔[21]

ج۔ مغربی تنقید سے مقابلہ

مصنف قرآن کو اخلاقی تناظر میں دیکھتے ہیں اور انسانی ذہانت سے ماورائی اصولوں کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید بائبل سے واضح طور پر مختلف ہے، جس کے بارے میں کومب کے مطابق یہ کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی باقاعدہ نظام الٰہیات موجود نہیں، بلکہ یہ زیادہ تر واقعات، بیانات، عبادتی جذبات کے پُراثر اظہار اور عمدہ اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے، جو کسی واضح منطقی ربط کے بغیر یکجا کیے گئے ہیں۔ اسی طرح قرآن کو انجیلوں کی طرح صرف ایک ایسا معیار بھی نہیں سمجھا جاسکتا جس کے ذریعے اس کے پیروکاروں کے مذہبی عقائد، عبادات اور عملی زندگی کو منظم کیا جائے، بلکہ یہ ایک مکمل سیاسی نظام بھی ہے؛ کیونکہ اسی بنیاد پر حکومت قائم ہوتی ہے اور اسی سے ریاست کے تمام قوانین اخذ کیے جاتے ہیں اور زندگی اور املاک سے متعلق ہر فیصلہ اسی اختیار کے تحت حتمی طور پر طے پاتا ہے۔[22]

[20] As a proof of the great humanity inculcated in the Koran, it may be mentioned that there can scarcely be found in it one capital punishment, except such as are denounced in wholesale warfare against unbelievers, as in the Mosaic code. The retaliation of blood for blood is softened into a money compensation; civil offences merely affecting property are not heavily punished; while towards the unfortunate debtor the law is strikingly lenient. Davenport, An Apology…, p. 77

[21] Says Gibbon, "The Koran is acknowledged as the fundamental code, not only of theology, but of civil and criminal jurisprudence, and the laws which regulate the actions and the property of mankind are governed by the immutable sanctions of the will of God." In other words, the Koran is the general code of the Mohammedans; a religious, social, civil, commercial, military, judicial, criminal, penal code; it regulates everything, from the ceremonies of religion to those of daily life; from the salvation of the soul to the health of the body; from the rights of all to those of each individual; from the interests of man to those of society; from morality to crime; from punishment here to that in the life to come. Davenport, An Apology…, pp. 69-70

[22] The Koran, consequently, differs materially from the Bible, which, according to Combe, "Contains no system of theology, but is composed chiefly of narratives, descriptions, sublime effusions of devotional emotions, and much sound morality bound together by no striking logical connection. "Nor is it, like the Gospels, to be considered merely as the standard by which the religious opinions, the worship, and the practice of its followers are regulated, but it is also a political system; for on this foundation the throne itself is erected; hence every law of the State is derived, and by this authority every question of life and property is finally decided. Davenport, An Apology…, p. 70

د۔ قرآن کی خوبیاں، جمالیاتی اور روحانی اثرات

مصنف قرآن کے روحانی اثرات کو ناقابلِ انکار قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن صرف علم یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ دل کو نرم کرتا ہے، ضمیر کو جگاتا ہے اور انسان کو اپنے خالق سے جوڑتا ہے۔ اس کے اذکار، دعائیں اور وعظ سننے والے کے دل میں گہرائی پیدا کرتے ہیں۔ قرآن کا پیغام اجتماعی اور عملی خوبیوں کا نظام ہے جو انفرادیت سے زیادہ اجتماعیت کی تعلیم دیتا ہے۔ مصنف اپنے بیان کی تائید میں سورتوں کے حوالے دیتے ہیں۔[23]

اس مبحث میں قرآن کا تعارف، سورتوں کی تعداد اور تدوین قرآن کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی گئی ہیں، اس کے قطعی ہونے کی دلیل میں سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔[24]

و۔ تورات وانجیل میں تحریفات

مصنف نے تورات وانجیل میں تحریفات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ وہ جارج سیل کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ سینٹ امبروز اور سینٹ آگسٹین، جو کلیسا کے دو بڑے بزرگ تھے، نے اس راز (تثلیث) کے بارے میں اپنی بحثوں میں نہایت نامناسب اور فحش الفاظ استعمال کیے ہیں، یہاں تک کہ شائستگی کے باعث انہیں نقل کرنا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح مشہور آیتِ تین گواہان (یوحنا، باب 1، آیت 7) جو عقیدۂ تثلیث کی بنیاد سمجھی جاتی ہے، نیوٹن، گیبن، پورسن اور دیگر محققین کی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ بعد میں شامل کی گئی(interpolation) ہے اور خود کیلمیٹ (Calmet) بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ آیت بائبل کے کسی قدیم نسخے میں موجود نہیں تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک خدا پر ایمان کی تعلیم دی، لیکن پولس نے، اور ساتھ ہی یوحنا (جو افلاطونی خیالات سے متاثر تھا)، مسیحیت کو اس کی وحدت اور سادگی سے محروم کر دیا اور اس میں افلاطون کے ناقابلِ فہم تثلیثی عقیدے یا مشرقی تین کے تصور کو شامل کر دیا۔ اسی طرح خدا کی دو صفات یعنی اس کی روح القدس (Holy Spirit) جسے افلاطون کے ہاں "آگیون نیوما" کہا جاتا ہے، اور اس کی الٰہی عقل جسے افلاطون "لوگوس" (کلمہ) کہتا ہے کو الہٰ بنا دیا گیا، اور اسی تصور کو یوحنا کی انجیل میں یسوع علیہ السلام پر منطبق کر دیا گیا۔[25]

مصنف نے اس مبحث میں ہندوؤں کے عقائد کے ساتھ، عقیدہ تثلیث، چار اناجیل اور کلیسا و یہودیوں کے کردار پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے

[23] The Koran teaches, in the most explicit manner, the existence of one only God (chapters 2, 3, 4, 5, 6, 17, 18, 34, 37… The morality of the Koran has not been less unjustly attacked than its dogmas. It condemns debauchery and excesses of every kind (chapters 4, 17), usury (chapter 2),… is not only a religious code, but…in addition, the civil laws of the Mohammedans,it restrains polygamy by limiting the number of wives to four (chapter 4)…,Lastly, punishments are pronounced against false witnesses, (chapters 5, 9), prevarication in judges (chapter 5), fraud (chapter 4), theft (chapter 5), homicide (chapters 2, 4, 6, 25), infanticide (chapters 6, 17), incest (chapter 4), immodesty and adultery (chapters 4, 19, 24, 25)…, Davenport, An Apology…, p. 70 pp.74,75,76

[24] There is nothing doubtful in this book....Verily, are under the guidance of their Lord and they shall prosper. As for unbelievers… when he depicts the flames of hell. Davenport, An Apology…, p. 66-67

[25] See Sale's 'Koran,' chap. iii. p. 39, and noted. St. Ambrose and g St. Augustine, two fathers of the Church, have employed the most 'obscene terms in their disputation respecting this mystery; so much so, that decency will not permit us to quote them. The celebrated text of the three witnesses (John i. v. 7) which is the foundation of the doctrine of the Trinity, has been proved, by the labours of Newton, Gibbon, Porson, and others, to have been an interpolation ; and Calmet himself acknowledges that this verse is not found i) i any ancient copy of the Bible. Jesus taught the belief in One God, but Paul, with the Apostle John, who was a Platonist, despoiled Christ's religion of all its unity and simplicity, by introducing the incomprehensible Trinity of Plato, or Triad of the East, and also by deifying two of God's attributes — namely. His Holy Spirit, or the Agion Pneuma of Plato ; and His Divine Intelligence, called by Plato the Logos (Word), and applied under this form to Jesus (John i.). Davenport, An Apology…, pp. 72-73

حضرت عیسیٰ کی واپسی اور روضہ رسول میں مدفن کا بھی تذکرہ کیا[26] اور پھر مسلم فاتحین کا رومی پادریوں کے ساتھ تقابل پیش کیا ہے۔اسلام تلوار کے زور پر پھیلا،اس پروپیگنڈے کا رد مسلمانوں کی اعلیٰ اخلاقی مثالوں سے کیا ہے۔[27]

ہ۔قرآن کی ادبی اور اخلاقی خصوصیات

جان ڈیون پورٹ قرآن کی دو اہم خصوصیات کو نہایت نمایاں کرتے ہیں۔

الف۔اللہ کی عجز و انسانیت سے پاک تصویر کشی

مصنف کے مطابق قرآن میں جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر یا اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو ہمیشہ نہایت ادب، تعظیم اور خشیت کا لہجہ اختیار کیا گیا ہے اور ذاتِ جل شانہ کو انسانی کمزوریوں یا جذبات سے منزہ قرار دیا گیا ہے۔[28]

ب۔قرآن میں غیر اخلاقی عبارات کی کلّی طور پر عدم موجودگی

مصنف تسلیم کرتے ہیں کہ پورے قرآن میں کسی بھی قسم کے فحش، غیر اخلاقی یا بے ہودہ خیالات، کلمات، حکایات اور مضامین بالکل موجود نہیں ہیں جبکہ عیسائیوں کی موجودہ بائبل میں یہ خامیاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔[29]

۲.۱۔اسلامی، ثقافتی، سماجی اور تہذیبی تصورات

دوسرے مبحث میں جان ڈیون پورٹ نے ایک غیر مسلم مستشرق کے طور پر، پیغمبر ﷺ، قرآن مجید اور اسلامی تہذیب کے حق میں یکسر دفاعی موقف اختیار کیا اور مغرب کی جانب سے عام طور پر رائج شدہ تنقیدی اور استہزائی رویوں کا منطقی جائزہ پیش کیا تاہم ان کے نقطۂ نظر میں انصاف اور علمی احترام نمایاں ہے۔وہ پیغمبر کو ایک عظیم مصلح اور قانون ساز کے طور پر دیکھتے ہیں جنہوں نے معاشرتی اخلاقیات، عبادات، شرک اور بت پرستی

[26] The Mohammedans believe that Jesus Christ will return to earth at the end of the world; that he will slay the Anti-Christ, die, and be raised again. A vacant place is reserved for Christ's body in Mohammed's tomb at Medina. (See Lieut. Burton's * Pilgrimage,' vol. ii.) Davenport, An Apology…, p. 51

[27] When tribute was once agreed to, whether voluntarily or by compulsion, the inhabitants were entitled to all their former privileges, including the free exercise of their religion. When a sovereign consented to pay tribute, he retained his territory, and only became subject to the usual relations of a tributary prince." (Elphinstone's " History of India," p. 261.) "Had the Saracens, Turks, and other Mohammedan tribes," says Chatfield ('Historical Review,' p. 311), "adopted the same conduct towards the Christians as the European nations had practised towards the followers of the Koran, it is probable that the Christian religion would have been extinguished in the East. Davenport, An Apology…, p. 82

[28] Mohammed's creed was likewise free from suspicion and ambiguity, and the Koran is a glorious testimony to the unity of God. Rejecting the worship of idols and men, of stars and planets, on the rational principle that whatever is born must die; that whatever rises must set; and that whatever is corruptible must perish and decay… The first and principal article of the Koran is, as we have said, the unity of God,…, Davenport, An Apology…, pp. 71-72

[29] For the author of Christianity, the Mohammedans are taught by the Prophet to entertain a high and mysterious reverence (chapters 7, 10) and the Latin Church has not disdained to borrow from the Koran the immaculate conception of Christ's virgin mother. During 600 years was the way of truth, but the Christians insensibly forgot the example of their founder. Davenport, An Apology…, p. 72

کا خاتمہ کیااور توحید کو رائج کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایشیا کے کم یاب اور عالی مرتبت مذہبی مصلح اور قانون ساز کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔[30]

الف۔ اسلامی تہذیب کا بنیادی ڈھانچہ

جان ڈیون پورٹ نے اسلامی تہذیب اور فتوحات کو صرف عسکری پیش رفت کے بجائے ایک فکری و تمدنی اور اخلاقی انقلاب کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ اپنی بات کی وضاحت مندرجہ ذیل نکات میں بیان کرتے ہیں۔

مصنف کے مطابق اسلام نے چھٹی صدی کے عرب میں وہ تمدنی بنیاد رکھی جو قبائلی انتشار، شرک اور سماجی ناانصافی کو ختم کر کے عدل، مساوات اور توحید پر قائم معاشرہ وجود میں لائی۔ مسلمانوں کا عمومی عقیدہ، جو وہ قرآن سے ماخوذ سمجھتے ہیں، چند بنیادی اصولوں پر مشتمل ہے۔ مصنف دین کو دو بنیادی شاخوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

i۔ ایمان یا عقائد میں اللہ پر یقین، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی نازل کردہ وحی یعنی قرآن پر، اُس کے پیغمبروں پر، قیامت اور روزِ جزا پر یقین اور اللہ کے قطعی فیصلوں اور تقدیروں پر ایمان لانا شامل ہے۔

ii۔ دین یعنی عمل میں عبادات شامل ہوتی ہیں، جن میں نماز اور اس کے لیے ضروری طہارت و پاکیزگی کے احکام، زکوٰۃ و صدقات، روزہ اور حجِ بیت اللہ شامل ہیں۔[31]

ب۔ اخلاقی ضابطہ

قرآن اور سنت نے اجتماعی زندگی کو قوانین، عبادات اور اخلاقیات کے اصول فراہم کیے جنہوں نے ایک مضبوط تہذیب کی شکل اختیار کی۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان قرآن کی غیر معمولی تعظیم و تکریم کرتے ہیں لیکن عیسائیوں میں اپنی مقدس کتاب کے متعلق ایسی تکریم شاذ ہی ملتی ہے۔ ان کے نزدیک قرآن ہی دینِ اسلام، شہری قانون اور اخلاقی ذمہ داریوں کا مکمل ضابطہ ہے۔[32]

ج۔ اسلامی فتوحات کی فکری و اخلاقی جہات

مصنف اس تصور کو رد کرتے ہیں کہ اسلامی فتوحات محض اقتدار یا زمین کے حصول کے لیے تھیں۔ ان کے مطابق اصل مقصد دینِ حق کی دعوت، ظلم کے خاتمے اور عدل و مساوات کا قیام تھا۔[33] اسلامی فتوحات کے بعد مفتوحہ علاقوں میں مذہبی آزادی، جزیہ کے نظام کے تحت غیر مسلموں کے

---

[30]Mohammed … contemplated and judged as a religious reformer and legislator living in Arabia in the seventh century … the very greatest man whom Asia can claim as her son … one of the rarest and most transcendent geniuses the world itself ever produced. Davenport, An Apology…, p. iv

[31] Davenport, An Apology…, pp.77, 84,129

[32]Such is the Koran which has been received by Mohammedans with a degree of reverence rarely witnessed among Christians towards the Holy Scriptures. In it they view the whole code of religious belief, civil law, and moral obligation… Religion is divided into two branches, Iman (faith) and Din (practice). Faith includes belief in God, his angels, his revelations in the Koran, his prophets, the resurrection and Day of Judgment, and God's absolute decrees. Practice includes prayer, comprehending under this head the purifications necessary before prayer, alms-giving, fasting, and the pilgrimage to Mecca. Davenport, An Apology…, p. 77

[33]The conversion of the Arabs, therefore, was probably as sincere as it was general; and their religious spirit being now thoroughly aroused, every feeling of their enthusiastic nature was turned into one channel to conquer in the

حقوق کا تحفظ اور مقامی تہذیب و زبان کا احترام نمایاں تھا۔ اس تجزیے کے وزن میں اضافہ کرنے کے لئے مصنف نے دلائل سے بات کی اور اسلامی فتوحات کے نتائج کا مفصل تقابل کیا۔[34]

د۔ اسلامی تہذیب کا اثر و رسوخ

❖ **تمدنی ہم آہنگی**

مصنف کے بقول مختلف اقوام کو ایک مشترکہ تہذیبی دائرے میں لے آنا، جس میں عرب، ایرانی، شامی، مصری اور اندلسی ثقافتیں شامل ہوئیں؛ بڑی کامیابی تھی۔[35]

❖ **علم و فنون کی ترقی**

مصنف نے اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ فتوحات کے بعد اسلامی تہذیب نے یونانی، رومی اور ایرانی علوم کو محفوظ کیا اور ترقی دی۔ قدیم و جدید دنیا کے درمیان علمی و فکری رابطہ سب سے پہلے مسلمانوں نے قائم کیا۔ عباسی اور اموی خلفاء کے دور میں عرب اور اندلس کے مسلمان وہ اولین معمار تھے جنہوں نے فلسفہ، سائنس اور فنونِ لطیفہ کو دوبارہ زندہ کیا۔ علم و ادب جو ابتدا میں مشرق سے یورپ پہنچا تھا، وہ مسلمان تہذیب کی بدولت ایک بار پھر وہاں منتقل ہوا۔ تقریباً چھ صدیوں تک عرب دنیا میں علوم و فنون عروج پر رہے، جبکہ اسی زمانے میں یورپ جہالت، بدنظمی اور فکری جمود میں ڈوبا ہوا تھا اور وہاں علم و ادب تقریباً مٹ چکا تھا۔ یہ حقیقت تمام تاریخی شہادتوں سے ثابت ہوتی ہے کہ یورپ کی علمی بیداری کی بنیاد مسلمان علماء اور ان کی علمی میراث نے فراہم کی۔

مصنف اسلامی تہذیب اور فتوحات کو مذہبی و تمدنی اصلاحات کا فطری نتیجہ قرار دیتے ہیں نہ کہ فوجی طاقت کا مظاہرہ۔ ان کے نزدیک، رسول ﷺ کی تعلیمات نے ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا جو اخلاقیات، عدل اور تعلیم و تربیت پر مبنی تھا اور جس نے دنیا کے بڑے حصے میں امن و انصاف قائم کیا۔[36]

❖ **عربوں کی علمی خدمات کا جائزہ**

اس بحث میں مسلمانوں کی سائنسی و علمی خدمات کا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مصنف واضح کرتے ہیں کہ اسلامی خلافت کے ابتدائی ادوار ہی سے

cause of God, or to die in asserting his unity and greatness, was the ardent and ever-present wish of every Mussulman. Davenport, An Apology…, p. 46

[34]Mohammed imposed tribute and exacted ransoms, but in every instance respected the religious belief of the conquered, always, it is true, recommending his religion, but never enforcing its adoption by law; thus carrying into execution what he had written in the Koran. Davenport, An Apology…, p. 47

[35] In the sixth century Mohammed appeared in the East and settled his religion, extirpating idolatry out of a great part of Asia, Africa, and Egypt, in all which parts the worship of the one true God remains to this day. The minds of the multitude were tempted by the invisible as well as temporal blessings of the Arabian prophet, and charity will hope that many of the proselytes entertained a serious conviction of the truth and sanctity of his revelation…, Davenport, An Apology…,p. 84

[36]The first revivers of philosophy and the sciences, the link, as they have been termed, between ancient and modern literature,…the Saracens of Asia and the Moors of Spain under the Abbasside and Ommiad Caliphs….It is well known that arts and sciences flourished among the Arabians for almost six hundred years; whilst among us, rude barbarism reigned and literature became almost extinct. Davenport, An Apology…, p. 87

علم و تحقیق کی سرپرستی کی گئی جس نے بعد میں ایک باقاعدہ علمی تحریک کی صورت اختیار کی۔ یونانی و رومی علمی ورثے کو محض محفوظ ہی نہیں رکھا گیا بلکہ اس پر تنقیدی و تخلیقی کام بھی کیا گیا۔

مصنف مشہور مؤرخ موسہائم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ یورپ جس زمانے میں فکری جمود اور جہالت کے اندھیروں میں گھرا ہوا تھا اسی دور میں مسلم دنیا میں منطق، ریاضی، طب، فلکیات اور فلسفے کے مراکز فروغ پا رہے تھے۔ اندلس اور مشرقی اسلامی علاقوں نے یورپ تک علم کی روشنی پہنچانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ عرب علماء نے قدیم علوم کو ترقی دی اور ادب و فنون میں بھی نمایاں اضافہ کیا۔ عباسی دور، خصوصاً منصور، ہارون الرشید اور مامون الرشید کے زمانے میں بغداد عالمی علمی و ثقافتی مرکز بن گیا۔ ترجمہ کی منظم تحریک شروع ہوئی اور مختلف شہروں میں مدارس و کتب خانے قائم ہوئے۔ اندلس سے بغداد تک پھیلا یہ علمی سلسلہ جو پانچ صدیوں تک دنیا کی رہنمائی کرتا رہا اور بالآخر یورپی نشاۃ ثانیہ کے لیے بنیاد فراہم کر گیا۔[37]

❖ یورپی اقوام کے مظالم

مصنف نے یورپی افواج کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام اور کتب خانوں کی تباہی جیسے مظالم کو نمایاں کرتے ہوئے اس کا تقابل مسلمانوں کے عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے کیا ہے۔[38]

وہ زمانی ترتیب کے ساتھ سولہویں صدی کے یورپ، خصوصاً انگلستان، میں چرچ اور پادریوں کے جبر، مذہبی انتقام اور سیاسی سازشوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے مطابق جس دور میں مسلم معاشرے علمی و تمدنی ترقی کی مثالیں قائم کر رہے تھے اسی زمانے میں یورپ مذہبی تعصب، خانہ جنگیوں، عدالتی ناانصافی، جادو گری کے الزامات اور سفاک سزاؤں کی لپیٹ میں تھا۔ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ حکمرانوں کی باہمی کشمکش نے ظلم کو مزید بڑھایا، جبکہ غربت اور بدامنی عام تھی۔

مصنف اس کے بعد ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کی سیاسی اور انتظامی صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہوئے اس تاثر کو چیلنج کرتے ہیں جو بعض انگریز مؤرخین نے پیش کیا۔ ان کے نزدیک اگر منصفانہ موازنہ کیا جائے تو مسلم فتوحات کو ہم عصر یورپی سلطنتوں کے پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ وہ مثال دیتے ہیں کہ جہاں یورپ میں لوٹ مار اور تباہی عام تھی، وہاں مسلم حکمرانوں نے علمی سرپرستی، عدل اور عوامی فلاح کے منصوبوں کو فروغ دیا۔

مزید برآں، مصنف ترک مسلمانوں کی امانت داری، رواداری اور اخلاقی کردار کو مختلف مغربی سیاحوں کے بیانات سے واضح کرتے ہیں۔ ان مشاہدات میں معاشرتی اعتماد، دیانت اور نظم و ضبط کو نمایاں کیا گیا ہے جو قرآن کی تعلیمات کے اثرات کا عملی اظہار سمجھا گیا۔ مجموعی طور پر یہ بحث اس تصور کو رد کرتی ہے کہ تہذیب و انسانیت کا معیار صرف مغرب سے وابستہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انگلستان اُس دور میں مسلسل بغاوتوں، شاہی جبر، سیاسی سازشوں اور خون ریزی، غربت اور بدعنوانی کا گہوارہ بنا رہا کیتھولک اور پروٹسٹنٹ بادشاہوں کی باہمی مذہبی دشمنی نے ظلم کو نئی شدت

[37] Davenport, An Apology…, pp. 87-89

[38]…in contemporary Christianity for when Jerusalem was taken by the first Crusaders under Godfrey de Bouillon at the close of the tenth century, the garrison, consisting of 40,000 men, was put to the sword, without distinction; arms protected not the brave, nor submission the timid; not age or sex received mercy; infants perished by the same sword that pierced their mothers. The streets of Jerusalem were covered with heaps of slain, and the shrieks of agony and despair resounded from every dwelling. When Saladin, the Soldan of Egypt and Syria, retook it in the second Crusade, no lives were lost after the surrender, and he showed the greatest kindness of the Christian captives, giving those who lured poor their liberty without ransom. Davenport, An Apology…, pp. 96-97

دے دی؛ کبھی ایک فرقہ اقتدار میں آکر مخالفین کو زندہ جلوا دیتا، کبھی دوسرا گروہ تخت حاصل کر کے انہیں ملحد اور غدار کہہ کر سزا دیتا۔ جیلیں مذہبی قیدیوں سے بھر جاتیں، عورتیں اور حتیٰ کہ بچے بھی اس ظلم کا شکار بنتے۔ طاقت کے حصول کے لیے تخت چھین لیے جاتے تھے اور عدالتیں اکثر بادشاہی مرضی کا آلہ بن چکی تھیں۔ جادو گری کے نام پر عورتوں اور علماء کو جلایا جاتا، مذہبی اصلاح کی کسی کوشش کو غداری قرار دے کر سزا دی جاتی۔ یہ اذیت ناک قانونی طریقے صدیوں تک جاری رہے۔ خانقاہوں، کلیساؤں اور فلاحی اداروں کو تباہ کر کے ان کی تمام مال و دولت شاہی خزانے میں ڈال دی گئیں، جس سے معاشرتی ڈھانچہ ہل کر رہ گیا۔ اسی دوران خانہ جنگیوں نے ملک کو تباہ، آبادی کو کم اور اشرافیہ کو تقریباً ختم کر دیا۔ ملک بھر میں غربت، بھوک اور دربدری پھیل چکی تھی۔ بھکاریوں اور بے گھر افراد کو مجرم قرار دے کر ان کے جسم پر آگ سے نشان لگائے جاتے اور بعض کو غلام بنا کر سزائیں دی جاتیں۔ ایک دور میں سینکڑوں افراد کو محض اس لیے جلا دیا گیا کہ وہ شاہی مذہبی اختیار کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی بگاڑ، لوٹ مار، شاہراہوں پر قتل و غارت اور معزز طبقات کا ڈاکو بن جانا عام تھا۔[39]

مصنف کے قتل و غارت، ظلم، مذہبی جنون اور سیاسی بدعنوانی کے اس بیان نے مسیحی تہذیب یافتہ اقوام کا پردہ فاش کرنے کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاست، وہاں اسلامی تہذیب کے اثرات اور یورپی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

مصنف کا یہ تجزیہ اس ناانصافی کی وضاحت کرتا ہے جو انگریز مؤرخین نے مسلم حکمرانوں کے ساتھ برتی، خصوصاً جب وہ مغل یا دیگر مسلمان سلاطین کا موازنہ انیسویں صدی کے برطانوی راج سے کرتے ہیں لیکن ان کے اخلاقی اور سیاسی معیارات کا تقابلی مطالعہ اپنے ہم عصر مغربی حکمرانوں کے ساتھ نہیں کرتے۔ مصنف دلیل دیتے ہیں کہ اگر انصاف کیا جائے تو مسلمان فتوحات اور مسلم حکمرانوں کا موازنہ اُس زمانے کی نارمن، فرانسیسی یا دیگر عیسائی سلطنتوں سے کیا جانا چاہیے، جن کے ظلم، لوٹ مار اور بربریت کی تاریخ نہایت سیاہ ہے۔ اس کے مقابلے میں مسلم سلاطین دانش، شجاعت، انتظامی مہارت اور عدل کے اعلیٰ نمونے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محمود غزنوی نے علم و ادب کی سرپرستی اور حکمرانی میں بہترین انتظام قائم کیا، جبکہ مغربی حکمران لوٹ مار، خون ریزی اور بدانتظامی میں مبتلا تھے۔ یورپ میں بادشاہ شہروں کو جلا دیتے تھے، ہزاروں افراد کو نذرِ آتش کرتے، جنگوں نے زمینیں ویران کر دیں اور کسان اپنے اوزار تک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے مقابلے میں برصغیر کے مسلم حکمران فیروز شاہ، شیر شاہ سوری، جہانگیر اور شاہ جہان نے نہریں، پل، سرائیں، مساجد، مدرسے، سڑکیں اور اسپتال تعمیر کیے۔ شیر شاہ نے ہزاروں میل طویل سڑک، سراؤں، کنوؤں اور درختوں کا جال بچھایا جہاں مسافروں کے لیے حفاظت اور سہولیات کا مکمل انتظام تھا۔[40]

[39] Davenport, An Apology…, pp.107-110

[40] No treatment can be more unjust than that which Mohammedanism has received at the hands of English writers of Indian history. Thus, they contrast the Mogul Emperors of the fourteenth century with "the victorious, mild and merciful progress of the British arms in the East in the nineteenth…when the great men were inflamed with such a greed for money that they cared not by what violence they acquired it…Most of the Sovereigns of the Mussulman dynasties were men of extraordinary character…Mahmoud of Ghizni, ... He showed so much munificence to individuals of eminence that his capital exhibited a greater assemblage of men of genius than any other monarch in Asia has ever been able to collect together…Can as much be said for their contemporaries, William the Norman, and his descendants? When Louis VII. of France, in the twelfth century, made himself master of the town of Vitri, he ordered it to be set on fire; in consequence of which inhuman command, 1,300 persons perished in the flames. In England, at the same time, under King Stephen, civil war was carried on with so much fury that the land was left uncultivated, and the implements of husbandry were destroyed or abandoned; while the result of our French wars in the fourteenth century was a state of things more horrible

❖ ترک مسلمانوں کا حسن سلوک

مصنف ترک مسلمانوں کے اخلاقی اوصاف کو نمایاں کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیمات نے ان کے کردار پر گہرا اور مثبت اثر ڈالا ہے۔ صبر، رواداری، سخاوت اور دیانت داری کو ان کی اجتماعی شناخت قرار دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے اوبی سینی کے مشاہدات پیش کئے، جن کے مطابق ترک معاشرے میں باہمی اعتماد اور وقار غیر معمولی حد تک پایا جاتا ہے۔ دکاندار دیانت کے ساتھ کاروبار کرتا ہے، نہ بے جا لجاجت دکھاتا ہے اور نہ دوسروں سے حسد کرتا ہے۔ نماز کے وقت وہ اپنا سامان امانت سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ وہاں بڑے شہروں میں بھی چوری کی شرح نہایت کم ہے۔[41]

دیہی زندگی میں بھی یہی امانت داری رائج ہے۔ مصنف ایک انگریز سیاح کے بیان نقل کرتے ہیں کہ قیمتی سامان کھلے عام چھوڑ دیا گیا، مگر کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ اوبی سینی اس دیانت کو مغربی معاشروں کے لیے قابل حیرت مثال قرار دیتے ہیں اور ترک قوم کو مجموعی طور پر سچائی اور اخلاقی استقامت میں نمایاں سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مغرب کے نقطۂ نظر سے انہیں آج بھی وحشی سمجھا جاتا ہے۔[42]

اسی طرح مسز پارڈو نے سٹی آف دی سلطان میں[43] ترکوں کی رحم دلی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ وہ جانوروں کے ساتھ بھی شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ایک معمولی پرندے کے مارے جانے پر ملاحوں کا شدید ردعمل اس حساسیت کی علامت ہے۔ مجموعی طور پر یہ بیانات اس تصور کی نفی کرتے ہیں کہ ترک یا مسلمان معاشرے تہذیبی لحاظ سے کمتر تھے بلکہ انہیں انسان دوستی اور اخلاقی بلندی کی مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

باب چہارم: محاسن قرآن

اس باب میں کوئی ذیلی مبحث نہیں ہے۔ اس باب میں مصنف قرآن کی تعلیمات کے ضمن میں مختلف آیات اور سورتوں کا ترجمہ نیز توحید اور قیامت

---

and destructive than had ever been experienced in any age or country… We have abundant testimony of the cruelty of contemporary Christian conquerors; have we any evidence of their benevolence? Feroze Shah III. Ascended the throne in 1351, and distinguished himself by many useful public works, consisting of fifty dams across rivers to promote irrigation, forty mosques and thirty colleges, one hundred caravansaries, thirty reservoirs, one hundred hospitals, one hundred public baths, one hundred and fifty bridges…. Shir Shah, the successful usurper, had brought his territories into the highest order, and introduced many improvements into his civil government…and wells at every mile and a half. There was an imam and a muezzin at every mosque, with attendants of proper castes for Hindoos as well as for Mohammedans.…, in 1623, bears testimony to the character of that prince, as well as to the condition of the people under his rule, whom he found living, not only in a comfortable and even splendid manner, but also in perfect security… that they gave full value for what they took; that they administered a full measure of justice, high and low ; that the trader could convey his goods many hundreds of miles along roads at all times safe and in good repair… each of those so-called barbarous sovereigns expended as much money in works of public utility… Here the property, as well as the liberty of the people, are inviolate. pp. 95-104

[41] In Turkey.., the seller troubles himself little about his sale, and sees, without jealousy, the greater success of his neighbour…the voice of the Muezin is heard, he performs his prayers and prosternations in his shop, in the middle of all the comers and goers, as little disturbed as if he were in the Desert; or he goes to the neighbouring mosque, leaving his merchandise under the guardianship of the public faith. In this immense capital (Constantinople), where the merchants are accustomed to absent themselves from their shops at fixed hours, known to everyone, where the doors of houses are only shut at night, by a simple latch, there are not four robberies committed in the whole year. Davenport, An Apology…, p. 121

[42] To sum up, in one word, I know no people more humane, in the true sense of the word, than those Turks whom I've still to-day continue to treat as Barbarians. Davenport, An Apology…, p. 126

[43] Writes Miss Pardoe (' City of the Sultan ') " the Turks are not only merciful, but ministering friends… this kindness towards the inferior animals, that they will not kill an unweaned lamb… brought down a gull that was sailing above his head…with as much horror and emphasis as though he had been guilty of homicide. Davenport, An Apology…, p. 126

سے متعلق مختلف سورتوں کی آیات پیش کرتے ہیں۔ مصنف کے مطابق قرآن نے معاشرتی انصاف، خواتین کے حقوق، عدل، اقتصادی مساوات اور پر امن معاشرت کی بنیاد رکھی۔ وہ اسے دنیا کا پہلا کتابی ضابطہ قرار دیتے ہیں جس نے غلاموں، یتیموں، عورتوں اور غریبوں کو باوقار مقام دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ قوانین وراثت اور زکوٰۃ و صدقات کا نظام، حقوقِ نسواں، یہ تمام پہلو قرآن کو محض روحانی کتاب کے بجائے ایک مکمل ضابطہ حیات ثابت کرتے ہیں۔ وہ قرآن کی اخلاقیات کو باقاعدہ عملی فلسفہ کہتے ہیں۔ جس میں والدین کے حقوق، یتیموں کا تحفظ، تجارت میں دیانت، عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور غلاموں کی آزادی کے احکامات درج ہیں۔ اس باب کا اختتام خواتین کے پردے کے احکام کی آیات کے تراجم پر ہوتا ہے۔[44]

اس باب کے مطالعے سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ مصنف نے اسلام کے مشفقانہ اور نرم پہلو کو اجاگر کرنے کی غرض سے بالخصوص ان آیات کا انتخاب کیا ہے جو انسانی حقوق اور معاشرتی اصلاح سے متعلق ہیں۔ بلاشبہ یہ آیات قاری کے ذہن کو اسلامی تعلیمات کی لطافت، اعتدال اور اخلاقی حُسن سے متاثر کرتی ہیں۔ تاہم اس انتخاب میں توازن کی کمی محسوس ہوتی ہے کیونکہ آیاتِ جہاد، عہود و قتال، حدود و تعزیرات، نظامِ وراثت، آخرت بالخصوص عذابِ جہنم، نیز نفاق، یہود و نصاریٰ اور بنی اسرائیل کے حوالے سے قرآنی بیانات جن میں ان کی بدعہدی، انبیاء کے ساتھ رویّے اور ان پر اللہ کی ناراضگی کے مظاہر شامل ہیں؛ کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی رسالت، اطاعت اور اتباع سے متعلق آیات بھی اس دائرے سے باہر رہ گئی ہیں۔ حالانکہ یہ تمام آیات محکمات میں شامل ہیں اور اسلامی تعلیمات کے اس پہلو کو واضح کرتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ اس کا جلال، حاکمیت، عظمت و جبروت بھی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔

نتائج تحقیق

"An Apology for Mohammed and the Koran" کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جان ڈیون پورٹ کا اسلوب اپنے عہد کے دیگر مستشرقین کے مقابلے میں معتدل اور دفاعی نوعیت کا حامل؛ ایک مثبت، معقول اور تہذیبی علمی سعی کی اپنی مثال آپ ہے۔ ڈیون پورٹ کی تحریر ایک نسبتاً دیانت دار مغربی کوشش کے طور پر مقبول ہوئی جس نے یورپی تنقید کے یک طرفہ رجحانات کو علمی سطح پر چیلنج کیا۔ ان کی کتاب اور اس کے تراجم نے انیسویں صدی کے مسلم جدیدیت پسند بیانیے میں ایک اہم حوالہ فراہم کیا اور اسلام کے دفاع کے لیے تاریخی و عقلی منہج کی تشکیل میں معاونت کی۔ اس تناظر میں یہ تصنیف نہ صرف مغربی قارئین کے لیے تعارفی اہمیت رکھتی ہے بلکہ معاصر محققین کے لیے بھی یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اس کے علمی مباحث کا تنقیدی جائزہ لے کر زیادہ جامع اور مستند تعبیرات سامنے لائیں۔ نیز اسلام اور مغرب کے درمیان فکری تعلق کو محض تصادم کے زاویے سے دیکھنے کے بجائے تنقیدی بصیرت کے ساتھ سمجھنا زیادہ سودمند ہے کیونکہ اس میں ایسے علمی نکات بھی موجود

[44] Alms-giving, its reward — Happiness of true believers in Paradise — Creation of the world — God, no God but the One who is without peers and eternal — All His works praise Him — Refutation of the assertion that Jehovah rested from His labours on the seventh day — Corsi, God's throne or tribunal (note) — God's universal presence — It beseemeth not God to beget children — Path of happiness or of misery, for whom — Ingratitude of man towards God — Terrors of the Day of Judgment ; the atom's weight of good and the atom's weight of evil — Under what circumstances the soul shall be made to know the sins it has committed — Accountability of irrational animals — Infanticide — Kindness and respect due to parents, Al Forkan (note — The Koran not to be touched but by the purified (note) — Just balance — The Koran a mission from God to Mohammed — God's protection of Mohammed — Wine and games of chance forbidden — Respect and love for parents (note) — Justice towards orphans — True piety — Prayer enjoined — Punishment of the slanderer — The soul, how preserved and how lost — Women. Davenport, An Apology…, p. 155-170

ہیں جو بین التہذیبی فہم کو فروغ دے سکتے ہیں۔ اگر مغربی اہلِ علم تعصبات سے بالاتر ہو کر اسلامی مصادر کا مطالعہ کریں اور مسلم محققین جدید علمی منہج کے مطابق اپنی روایت کو پیش کریں، تو ایک متوازن اور ہم آہنگ علمی بیانیہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ مستقبل کے محققین کے لیے چند سفارشات درج ذیل ہیں:

- استشراقی لٹریچر کا مطالعہ تنقیدی نقطہ نظر سے کیا جائے۔
- جدید تحقیقی طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے استشراقی کتب کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے اور اس میں موجود غیر مستند بیانیے کی اسلامی مصادر کے حوالوں سے اصلاح کی جائے۔
- ڈیون پورٹ جیسے معتدل مستشرقین پر مزید تحقیقی کام کیا جائے۔
- اسلامی اسکالرز اور مغربی محققین کے درمیان مکالمے کو فروغ دیا جائے۔